ڈاکٹر محمد رفیع الدین
ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

منشورِ اسلام

(۲)

نصب العین کی خواہش اور نوعِ انسانی کی ذہنی اور اخلاقی صحت

اگر نصب العین کی خواہش کسی رکاوٹ یا مایوسی سے دوچار ہو جائے تو انسان کی شخصیت دب جاتی ہے اور کمزور ہو جاتی ہے اور انسان پریشان اور غمگین ہو جاتا بلکہ بعض وقت شدید قسم کی ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر یہ خواہش مسلسل اور مکمل طور پر مطمئن ہو رہی ہو تو انسان کے لیے ترقی پذیر راحت اور مسرت کا باعث ہوتی ہے۔ ایک انسان کو جس قدر زیادہ اپنے نصب العین سے محبت ہوتی ہے۔ اسی قدر زیادہ اس کی شخصیت بھی متحد اور جوان اور صحت مند اور توانا اور بلند اور بالا ہوتی ہے اور اسی قدر زیادہ اس کی زندگی کی مسرت اور راحت اور طمانیت بھی مکمل اور بھرپور ہوتی ہے۔

تاریخ کا مدعا

لہٰذا جب سے انسان کو اپنے آپ کا شعور حاصل ہوا ہے انسان ایک ایسے نصب العین کی جستجو میں مصروف ہے جس کے سامنے وہ مستقل طور پر اور اپنے دل کی پوری رغبت کے ساتھ اپنی والہانہ محبت اور خدمت اور اعانت اور ستائش اور پرستش کے نذرانے پیش کر سکے یعنی ایک ایسا نصب العین جو حسن اور کمال کے بلند ترین اور دائمی اور ابدی اوصاف سے آراستہ ہو تاکہ اس کی محبت انحطاط اور زوال اور مایوسی کے حادثات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے۔

بسا اوقات اس قسم کے نصب العین کی جستجو اسے شدید مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے بھیانک حادثات

کے روبرو کھڑا کر دیتی ہے اور اس سے بڑی بڑی قربانیوں کی یہاں تک کہ جان کی قربانی کی قیمت وصول کرتی ہے تاہم وہ اس جستجو کو ترک نہیں کرتا کیونکہ اس کی فطرت کا ایک زبردست اور بے پناہ تقاضا اسے مجبور کرتا رہتا ہے کہ وہ اسے ہر حالت میں جاری رکھے خواہ اس کے نتائج کچھ ہوں۔ نوع انسانی کی پُوری تاریخ (اپنے سارے مرحلوں اور شعبوں سمیت خواہ وہ سیاسی ہیں یا اخلاقی یا قانونی یا علمی یا فنی یا اقتصادی یا فوجی) جس میں جا بجا خوفناک ملک گیر اور عالمگیر جنگوں اور ان گنت انسانوں کی اندوہناک صعوبتوں کے نظارے بھی دکھائی دیتے ہیں فقط ان واقعات کی ایک داستان ہے جو حضرت انسان کو اپنے محبوب نصب العین کی حد درجہ دشوار جستجو کے دُوران شروع سے لے کر آج تک پیش آتے ہیں۔

نصب العین کی عمومی صفات

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جس نصب العین کی جستجو کر رہا ہے وہ اس کے اندر فی الواقع کون سے اوصاف کی موجودگی کی توقع کرتا ہے اس سوال کا جواب نصب العین کے لیے انسان کی فطری خواہش کی نوعیت کے اندر پہلے ہی سے موجود ہے کیونکہ یہ خواہش حسن کے لیے ہے وہ صرف ایک ایسے نصب العین سے ہی مطمئن ہو سکتی ہے جو منتہائے حسن و کمال ہو یعنی

(۱) جو ہر اُس نقص یا عیب سے پاک ہو جس کا ہم انسان ہونے کی حیثیت سے تصوّر کر سکتے ہیں اور

(۲) جس میں وہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجُود ہوں جن کو ہم اپنی فطرت کے تقاضوں کی بنا پر عمدہ اور حسین اور قابلِ ستائش اور لائق محبّت سمجھتے ہیں۔

نقص یا عیب محبّت کا دشمن ہے لہٰذا جونہی انسان کو اپنے نصب العین کے اندر کسی چھوٹے سے چھوٹے نقص کی موجودگی کا یا کسی چھوٹی سے چھوٹی خوبی کی عدم موجودگی کا بھی پتہ چلتا ہے اس کی محبّت کافور ہو جاتی ہے بلکہ نفرت میں بدل جاتی ہے۔ بے شک ایک انسان ایک زشت ناقص یا گھٹیا نصب العین سے بھی محبت کر سکتا ہے اور کرتا ہے لیکن صرف اس وقت تک جب تک کہ وہ اس کی طرف غلطی سے حسن اور کمال کے وہ تمام اوصاف منسُوب کر سکے جن کا وہ تصوّر کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو دھوکہ دے سکے کہ یہ اوصاف درحقیقت اُس کے اندر موجود ہیں۔

ایک نصب العین کے خصوصی اوصاف

انسان کے نصب العین کے ان عمومی اوصاف سے ہم بڑی آسانی سے اُس کے نصب العین کے خصوصی اور تفصیلی اوصاف کا استنباط کر سکتے ہیں۔ مثلاً ہم ان عمومی اوصاف کی روشنی میں یہ جان سکتے ہیں کہ :۔

(۱) ضروری ہے کہ انسان کے نصب العین کا حُسن غیر محدود اور لازوال ہو کیونکہ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ اس کے نصب العین کے حُسن کی ایک حد ہے جس سے آگے وہ نہیں جا سکتا تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ اس حد سے آگے اُس کا نقص شروع ہو جاتا ہے اور لہٰذا اس کا ایک حصہ ناقص ہے پھر اگر اس کو معلوم ہو کہ اس کا حُسن عارضی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گا تو وہ مجبور ہو گا کہ اُسے آج بھی حسن سے محروم سمجھے۔

(۲) ضروری ہے کہ انسان کا نصب العین کوئی ایسی چیز ہو جو زندگی کا وصف رکھتی ہو کیونکہ وہ کسی ایسی چیز کو اپنا محبوب نہیں بنا سکتا جو بے جان اور مُردہ ہو۔ انسان خود زندہ ہے لہٰذا وہ کسی مردہ چیز سے جو مردہ ہونے کی وجہ سے اس سے گھٹیا اور کمتر درجہ کی ہو محبّت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی ستائش کر سکتا ہے اور نہ خدمت کر سکتا ہے اور نہ اعانت۔ انسان کسی مردہ چیز کی ستائش اس وقت کرتا ہے جب وہ اس کی طرف نادانی سے زندگی کا وصف منسوب کر رہا ہو یا شعوری یا غیر شعوری طور پر اُسے کسی زندہ وجود کا مظہر سمجھ رہا ہو۔ ورنہ مردہ چیز کی خدمت اور اعانت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک تو مردہ چیز کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کوئی اس کی خدمت یا اعانت کر رہا ہے اور دوسرے خدمت یا اعانت کرنے والا اس کی خدمت یا اعانت کا نہ کوئی مفہوم معین کر سکتا ہے اور نہ مقصد۔

(۳) ضروری ہے کہ انسان کے نصب العین کی زندگی اُس کے حُسن کی طرح دائمی ہو کیونکہ اگر اُسے معلوم ہو کہ وہ مستقبل میں کسی وقت مر کر نیست و نابود ہو جائے گا تو وہ یہ محسوس کرنے کے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ اب بھی ناپائدار ہے اور اب بھی بالقوہ مردہ ہی ہے اور وہ چھوڑ جانے والا دوست ہے جو قابلِ اعتماد نہیں۔

(۴) ضروری ہے کہ انسان کے نصب العین کے اندر زندگی کی وہ تمام خصوصیات بدرجہ کمال موجود

ہوں جن کا احساس وہ ایک زندہ وجود کی حیثیت سے اپنی ذات میں کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضروری ہے کہ وہ سن سکے اور دیکھ سکے، سمجھ سکے، محسوس کر سکے، محبّت کر سکے اور محبّت کا جواب محبّت سے دے سکے۔ انسان کی دنیا کے اندر اس کا کوئی مقصود یا مدعا ہو جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس بات کی طاقت رکھتا ہو کہ اس مقصود یا مدعا کو حاصل کرنے کے لیے عمل کر سکے اور اس عمل میں کامیاب ہو سکے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ضروری ہے کہ وہ بعض آرا اور افعال کو پسند کرتا ہو اور بعض کو ناپسند اور اس بات کی قوّت رکھتا ہو کہ وہ جن آرا اور افعال کو پسند کرتا ہے ان کی حوصلہ افزائی اور مدد کر سکے اور جن کو ناپسند کرتا ہے ان کی مخالفت کر سکے اور ان کو تباہ کر سکے۔ اپنے چاہنے والوں اور مددگاروں کو انعام عطا کر سکے اور اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو سزا دے سکے مختصر طور پر یہ کہ اُس کے اندر محبّت اور عدم محبّت کے تمام اوصاف موجود ہوں اور وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اُن کا اظہار کر سکے۔ اگر انسان کے نصب العین کے اندر ان اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی موجود نہ ہو اور انسان کو اس کا علم ہو جائے تو اس کے لیے اپنے نصب العین سے محبّت کرنا یا اس کی خدمت اور اعانت کے لیے کام کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

محبّت ہمیشہ محبوب کی خدمت کے لیے عمل کا تقاضا کرتی ہے اور یہی عمل اس کی علامت اور اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ اس عمل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ محبوب کو خوش کیا جائے اور اس کی محبّت یا رضامندی یا پسندیدگی یا قرب کے احساس کی مسرّت حاصل کی جائے۔ ایک نصب العین کو چاہنے کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتے کہ نصب العین کے حصُول کے لیے کام کیا جائے یا جدوجہد کی جائے اور اس طرح زیادہ سے زیادہ اس کے قریب پہنچا جائے لیکن اگر انسان کا نصب العین اس قسم کا ہو کہ وہ نہ کسی عمل کو پسند کرتا ہو اور نہ ناپسند، نہ اس کے نزدیک کوئی چیز زشت ہو نہ زیبا نہ حق ہو نہ باطل اور نہ نیک ہو نہ بد، دوسرے لفظوں میں انسانی دنیا کے اندر اس کا کوئی مدعا نہ ہو اور کوئی ایسا مقصد نہ ہو جس میں اس کے چاہنے والے اس سے تعاون کر سکیں تو ایسی حالت میں اس کے چاہنے والے کیونکر جان سکتے ہیں کہ اس کی محبّت کا اظہار کرنے کے لیے اور اس کا ثبوت بہم پہنچانے کے لیے اور اُسے خوش کرنے کے لیے اور اس سے قریب ہونے کے لیے ان کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ انسان اپنے نصب العین کی محبّت کا اظہار کرنے کے لیے

کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور جاننا چاہتا ہے کہ یہ کام کیا ہے۔ وہ ایسی محبّت سے مطمئن نہیں ہوسکتا۔ جو عمل کی صورت اختیار نہ کرسکے اور دل ہی دل میں رہے اور انسان کے عمل کو اوروں کے لیے چھوڑ دے۔ اگر انسان کو معلوم ہو کہ اس کا نصب العین نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کرسکتا ہے نہ جان سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے نہ محبّت اور عمل اور خدمت اور قربانی کی قدر دانی کرسکتا ہے اور نہ محبّت کا جواب محبّت سے دے سکتا ہے تو اس کے چاہنے والوں کے لیے اُن کے خادمانہ افعال اور اعمال کے اندر کوئی کشش باقی نہ رہے گی اور ان کو جاری رکھنے کے لیے کوئی داعیہ موجود نہ رہے گا۔ غور سے دیکھا تو جس چیز کو ایک انسان نیکی سمجھتا ہے وہ انگریزی زبان کی مشہور ضرب المثل کے خلاف کبھی اپنا انعام آپ نہیں ہوتی بلکہ اس کا انعام یہ مسرّت آمیز یقین ہوتا ہے کہ یہ اس کے نصب العین کو جسے وہ ہمیشہ ایک شخص یا شخصیّت تصوّر کرتا ہے پسند آتی ہے۔

(۵) ضروری ہے کہ ایک انسان کا نصب العین صاحب قدرت و قوت ہو کیونکہ اگر اسے معلوم ہو کہ اس کا نصب العین اپنے دوستوں اور مددگاروں کو صلہ دینے یا ان پر نوازش کرنے کی قدرت نہیں رکھتا یا اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو سزا دینے سے معذور یا بے بس ہے تو وہ محسوس کرے گا کہ اس سے محبّت کرنا یا اس کی خدمت اور اعانت کرنا ایک بے فائدہ مشغلہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ دنیا کو اپنے نصب العین کے مطابق لانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہوگا اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا رہا ہوگا تو عین اس وقت اس کے مخالفین نہایت آسانی کے ساتھ اور کسی سزا کے خوف سے بے پروا ہو کر اس کے سارے کام کو بگاڑ رہے ہوں گے اور اس کی ساری کوششوں کو خاک میں ملا رہے ہوں گے اس صورت میں وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کا نصب العین کمزور اور ناتواں ہے اور اس کی محبّت اور پرستش کا حقدار نہیں۔

(۶) ضروری ہے کہ انسان کے نصب العین کے اندر نیکی کے اوصاف بھی بدرجہ کمال موجود ہوں۔ کیونکہ یہ اوصاف بھی حُسن کے اوصاف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم ان کو سراہتے اور پسند کرتے ہیں۔ اگر اُسے معلوم ہو کہ اُن اوصاف میں سے کوئی وصف ایسا ہے جو اُس کے نصب العین میں موجود نہیں تو ضروری بات ہے کہ وہ اس کو ایک نقص قرار دے اور جس حد تک کہ اس کا نصب العین اس وصف سے عاری ہو اُسے حسن سے بھی عاری سمجھے اور اس سے محبّت نہ کرسکے۔

(۷) ضروری ہے کہ انسان کا نصب العین اپنے اوصاف میں بےنظیر اور بےمثال ہو اور کوئی ہمسر یا شریک نہ رکھتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ سمجھے کہ کوئی اور تصوّر بھی اس کے اوصاف میں شریک ہے تو پھر وہ مجبور ہو گا کہ بیک وقت دو نصب العینوں سے محبّت کرے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو اس کی فطرت کی رُو سے ناممکن ہے۔ کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے اور لہٰذا کوئی انسان بیک وقت دو نصب العینوں سے محبّت نہیں کر سکتا اور پھر حسن کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ بھی بیک وقت دو نصب العینوں میں اپنی حالت کمال پر موجود نہیں ہو سکتا۔

(۸) ضروری ہے کہ انسان کا نصب العین ایسا ہو کہ پوری کائنات کی تخلیق اس کے مدعا کے مطابق ہو۔ دوسرے لفظوں میں ضروری ہے کہ اس کا نصب العین خود کائنات کا خالق اور حکمران ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر کائنات کے جو قوانین مادّی، حیاتیاتی اور انسانی سطح پر کام کر رہے ہیں چونکہ اس کے اپنے پیدا کیے ہوئے نہ ہوں گے۔ لہٰذا وہ اس کے اور اس کے نصب العین کے مشترک مدعا کے ساتھ متصادم ہوں گے یا پوری طرح سے ہم آہنگ نہ ہوں گے لہٰذا وہ اور اس کا نصب العین دونوں اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ اپنے اس مدّعا کو حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ اگر وہ سمجھے گا کہ کائنات جس میں وہ بھی شامل ہے خود بخود وجود میں آگئی ہے اور خود بخود قائم ہے اور اس پر اور اس کی اپنی ذات پر اس کے نصب العین کا کوئی اختیار یا تصرف نہیں تو وہ سمجھے گا کہ اُس کے نصب العین کی حیثیت اگر اس کی اپنی ذات سے کم نہیں تو اس سے زیادہ بھی نہیں اور لہٰذا وہ اس بات کی ضرورت محسوس نہ کرے گا کہ وہ اس سے محبّت کرے اس کی ستائش کرے یا اس کی خدمت کیلئے جانفشانیاں کرے

انسان کے نصب العین کی محولہ بالا دو عمومی اور بنیادی صفات کے اندر اور بہت سی صفات مضمر ہیں جن کا ہم اسی طرح ان صفات سے استخراج کر سکتے ہیں۔ چونکہ انسان کی فطرت کی رُو سے یہی وہ صفات ہیں جو انسان اپنے نصب العین کے اندر موجود دیکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا خواہ اس کا نصب العین کچھ ہو۔ ایک پتھر ہو یا ایک درخت ہو یا دریا ہو یا پہاڑ یا ایک بُت ہو یا قوم یا نسل یا وطن یا ایک نظریہ یا ازم، وہ ان صفات کو اپنے نصب العین کی طرف ہر حالت میں منسوب کرتا ہے۔ بعض کو شعوری اور دانستہ طور پر اور بعض کو غیر شعوری اور نادانستہ طور پر۔ مثلاً خواہ انسان کا نصب العین کوئی مادی چیز ہو یا کوئی تصوّر اس کا چاہنے والا اس کے ساتھ اس طرح سے برتاؤ کرتا ہے کہ گویا وہ ایک شخصیّت ہے

جس میں زندگی، قوّت، حسن، نیکی اور صداقت کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جو اس کے لیے ممکن بناتی ہے کہ وہ اس سے محبت کرے اور اس کی ستائش اور پرستش کرے اور اس کی خدمت کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائے۔

نصب العین کی محبّت کا جذبہ اور حقیقتِ کائنات

اب غور فرمایئے کہ ایک طرف سے تو انسان کے اندر ایک ایسے نصب العین کی محبت کا زبردست جذبہ موجود ہے جو خالق کائنات ہو اور بدرجہ کمال حسن، نیکی، صداقت اور قوت کی صفات کا مالک ہو اور دوسری طرف سے کائنات کی کوئی تشریح اس سے زیادہ قابل یقین اور حقائق معلومہ اور مسلّمہ کے مطابق نہیں کہ کائنات کی حقیقت ایک ایسا وجود ہے جس نے اُسے پیدا کیا ہے اور جو بدرجہ کمال حسن، نیکی، صداقت اور قوّت کی صفات کا مالک ہے اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ وہ نصب العین جسے نوع انسانی تاریخ کی کٹھن منزلوں میں تلاش کر رہی ہے (یعنی انسان کا صحیح نصب العین) خود حقیقت کائنات کے سوائے اور کوئی نہیں۔ یہ ہے وہ ناقابل انکار اور عظیم الشان صداقت جسے انبیاء علیہم السلام پیش کرتے ہیں اور جس پر وہ زور دیتے ہیں۔ ہر نبی جو دنیا میں آیا اس کی دعوت کی ابتدار اور انتہا یہ تھی کہ اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لا الٰہ الا اللہ۔ خدا کے سوائے کوئی نہیں جو (اپنی صفات کی بنا پر) تمہاری محبّت، ستائش، پرستش اور خدمت کا حق دار ہو۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان فرمایا تھا:

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ

اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو بھی پیدا کیا تھا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

اسلام اور حقیقتِ کائنات کی صفات

قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم خدا کے لیے اللہ کا نام استعمال کریں یا رحمٰن کا یا کوئی اور نام۔ جو بات اہمیّت رکھتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ تمام حسین نام

صرف اُس کے ہیں اور کسی دوسرے کے نہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

"اُسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر۔ خواہ تم اُسے کسی نام سے پکارو (لیکن یاد رکھو کہ) تمام اچھے نام اُسی کے ہیں"

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ

"اور تمام اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں پس ان ناموں سے اُسے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارہ میں الحاد سے کام لیتے ہیں"

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے سو اہم نام گنائے ہیں جو نیچے درج کیے جاتے ہیں:۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ	(بہت مہربان)	اَلرَّحِيْمُ	(نہایت رحم والا)
اَلْمَلِكُ	(بادشاہ)	اَلْقُدُّوْسُ	(پاک ذات)
اَلسَّلَامُ	(سلامتی والا)	اَلْمُؤْمِنُ	(امن دینے والا)
اَلْمُهَيْمِنُ	(نگرانی کرنے والا)	اَلْعَزِيْزُ	(غالب)
اَلْجَبَّارُ	(زبردست)	اَلْمُتَكَبِّرُ	(بڑائی والا)
اَلْخَالِقُ	(بنانے والا)	اَلْبَارِئُ	(پیدا کرنے والا)
اَلْمُصَوِّرُ	(صورت بنانے والا)	اَلْغَفَّارُ	(بخشنے والا)
اَلْقَهَّارُ	(دباؤ والا)	اَلْوَهَّابُ	(بہت دینے والا)
اَلرَّزَّاقُ	(روزی دینے والا)	اَلْفَتَّاحُ	(کھولنے والا)
اَلْعَلِيْمُ	(جاننے والا)	اَلْقَابِضُ	(تنگ کرنے والا)
اَلْبَاسِطُ	(کشادہ کرنے والا)	اَلْخَافِضُ	(پست کرنے والا)
اَلرَّافِعُ	(بلند کرنے والا)	اَلْمُعِزُّ	(عزت دینے والا)
اَلْمُذِلُّ	(ذلیل کرنے والا)	اَلسَّمِيْعُ	(سننے والا)

اَلْبَصِیْرُ	(دیکھنے والا)	اَلْحَکَمُ	(فیصلہ کرنے والا)
اَلْعَدْلُ	(انصاف کرنے والا)	اَللَّطِیْفُ	(مہربان)
اَلْخَبِیْرُ	(خبردار)	اَلْحَلِیْمُ	(بردبار)
اَلْعَظِیْمُ	(عظمت والا)	اَلْغَفُوْرُ	(بخشنے والا)
اَلشَّکُوْرُ	(قدردان)	اَلْعَلِیُّ	(بلندی والا)
اَلْکَبِیْرُ	(بڑائی والا)	اَلْحَفِیْظُ	(حفاظت کرنے والا)
اَلْمُقِیْتُ	(روزی پہنچانے والا)	اَلْحَسِیْبُ	(کفایت کرنے والا)
اَلْجَلِیْلُ	(بزرگی والا)	اَلْکَرِیْمُ	(عزّت والا)
اَلرَّقِیْبُ	(نگہبان)	اَلْمُجِیْبُ	(قبول کرنے والا)
اَلْوَاسِعُ	(کشائش والا)	اَلْحَکِیْمُ	(حکمت والا)
اَلْوَدُوْدُ	(محبّت کرنے والا)	اَلْمَجِیْدُ	(بڑی شان والا)
اَلْبَاعِثُ	(اٹھانے والا)	اَلشَّهِیْدُ	(حاضر)
اَلْحَقُّ	(سچامالک)	اَلْوَکِیْلُ	(کام بنانے والا)
اَلْقَوِیُّ	(زورآور)	اَلْمَتِیْنُ	(قوّت والا)
اَلْوَلِیُّ	(حمایت کرنے والا)	اَلْحَمِیْدُ	(خوبیوں والا)
اَلْمُحْصِیُ	(گننے والا)	اَلْمُبْدِئُ	(پہلی بار پیدا کرنے والا)
اَلْمُعِیْدُ	(دوبارہ پیدا کرنے والا)	اَلْمُحْیِیْ	(جلانے والا)
اَلْمُمِیْتُ	(مارنے والا)	اَلْحَیُّ	(زندہ)
اَلْقَیُّوْمُ	(سب کا تھامنے والا)	اَلْوَاجِدُ	(پانے والا)
اَلْمَاجِدُ	(عزّت والا)	اَلْوَاحِدُ	(اکیلا)
اَلْاَحَدُ	(بے ہمتا)	اَلصَّمَدُ	(بے احتیاج)
اَلْقَادِرُ	(قدرت والا)	اَلْمُقْتَدِرُ	(مقدور والا)
اَلْمُقَدِّمُ	(آگے کرنے والا)	اَلْمُؤَخِّرُ	(پیچھے کرنے والا)

اَلْاَوَّلُ	(سب سے پہلا)	اَلْاٰخِرُ	(سب سے آخر)
اَلظَّاهِرُ	(ظاہر)	اَلْبَاطِنُ	(پوشیدہ)
اَلْوَالِيْ	(مالک)	اَلْمُتَعَالِ	(بلند صفتوں والا)
اَلْبَرُّ	(احسان کرنے والا)	اَلتَّوَّابُ	(توبہ قبول کرنے والا)
اَلْمُنْتَقِمُ	(بدلہ لینے والا)	اَلْعَفُوُّ	(معاف کرنے والا)
اَلرَّءُوْفُ	(نرمی کرنے والا)	اَلْغَنِيُّ	(بے پرواہ)
ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	(عزت اور بخشش والا)	اَلرَّبُّ	(پروردگار)
اَلْمُقْسِطُ	(انصاف کرنے والا)	اَلْجَامِعُ	(اکٹھا کرنے والا)
مَالِكُ الْمُلْكِ	(بادشاہی کا مالک)	اَلْمُغْنِيُّ	(بے پرواہ کرنے والا)
اَلْمَانِعُ	(روکنے والا)	اَلضَّارُّ	(نقصان پہنچانے والا)
اَلنَّافِعُ	(نفع پہنچانے والا)	اَلنُّوْرُ	(روشن کرنے والا)
اَلْهَادِيْ	(ہدایت کرنے والا)	اَلْبَدِيْعُ	(نئی طرح پیدا کرنے والا)
اَلْبَاقِيْ	(باقی رہنے والا)	اَلْوَارِثُ	(سب کا وارث)
اَلرَّشِيْدُ	(نیک راہ بتانے والا)	اَلصَّبُوْرُ	(صبر کرنے والا)

نبوّت کی حقیقت

نبی وہ شخص ہوتا ہے جو انسان کے اصلی اور حقیقی نصب العین کا علم خدا کی وحی سے براہِ راست حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے اندر اس بات کا ایک زبردست داعیہ محسوس کرتا ہے کہ اس علم کو اپنی تعلیم اور تبلیغ کے ذریعہ سے دوسروں تک پہنچائے۔

انسان کی کوئی قدرتی ضرورت ایسی نہیں ہوتی جس کی تکمیل یا تشفی کے لیے قدرت خود اپنی طرف سے اہتمام نہ کرتی ہو اور پھر قدرت کا یہ اہتمام ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اسے ترک کرکے کسی اپنے اہتمام سے اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ بلکہ قدرت کا یہ اہتمام اس ضرورت کی صحیح اور پوری تشفی کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔

جس طرح سے قدرت انسان کو اس کی اس کوشش میں کہ وہ اپنی بدنی ضروریات کی تشفی کرے، اس کی اپنی کوشش کے علاوہ بیرونی امداد بھی بہم پہنچاتی ہے اسی طرح وہ انسان کو اس کی اس کوشش میں کہ وہ اپنی نفسیاتی یا روحانی ضروریات کی تشفی کرے، اس کی اپنی کوشش کے علاوہ بیرونی امداد بھی بہم پہنچاتی ہے۔ جس طرح سے قدرت اپنی پیدا کی ہوئی بعض قوتوں مثلاً سورج، بادل، ہوا اور زمین کو بروئے کار لاتی ہے تاکہ انسان ان کی مدد سے غلّہ پیدا کر کے اپنی بھوک کو مطمئن کرے اسی طرح وہ مظہر نبوّت کو کارفرما کرتی ہے تاکہ انسان اس کی معرفت صحیح نصب العین کا علم حاصل کر کے اپنی آرزوئے حسن کو مطمئن کرے۔

جس طرح انسان خود بخود اور قدرت کی اس مدد کے بغیر جو ممدّ حیات مادی قوتوں کی صورت اختیار کرتی ہے اپنی بھوک کو مطمئن نہیں کر سکتا اسی طرح سے وہ خود بخود اور قدرت کی اُس مدد کے بغیر جو نبوّت کی صورت اختیار کرتی ہے نصب العین کی آرزو کو مطمئن نہیں کر سکتا۔

نبوّت انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے، جو اُس کے لیے زندگی اور موت کی اہمیّت رکھتی ہے

تعلیم نبوّت کی مطلق اہمیّت اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ نصب العین کے لیے انسان کی آرزو نہ دبائی جا سکتی ہے اور نہ روکی جا سکتی ہے۔ جب ایک انسان اپنی حماقت یا بے پرواہی کی وجہ سے نبوّت کی راہ نمائی سے مستفید نہیں ہوتا اور صحیح نصب العین کی محبت سے محروم رہ جاتا ہے تو پھر ایسا نہیں ہوتا کہ نصب العین کے لیے اس کی محبّت کا جذبہ رُک جائے یا دب کر ختم ہو جائے بلکہ وہ ایک غلط نصب العین کی راہ سے اپنا اظہار پانے لگتا ہے اور جب ایک انسان اس طرح ایک غلط نصب العین سے محبّت کرنے لگ جائے تو وہ بعد میں اس خطرناک اور بے بنیاد محبّت کے شدید نقصانات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک انسان جو اچھی اور صحت بخش غذا نہ پا سکے اپنی بھوک کو روک نہیں سکتا بلکہ جو غذا بھی اسے مل جائے خواہ وہ کیسی ہی مضر صحت اور خطرناک ہو اسی سے اپنا پیٹ بھرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں اس غذا کے شدید نقصانات کا سامنا کرنے سے بچ نہیں سکتا۔ (جاری ہے)